Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 01, January-March 2025, **PP**: 01-09
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

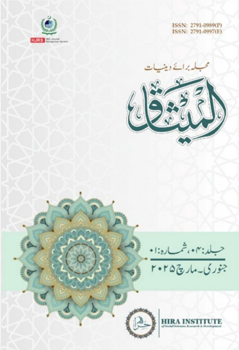

پاکستان میں سیاسی و مسلکی ہم آہنگی کے لیے جمعیت علماء اسلام کا کردار

The Role of Jamiat ʻUlemā-e-Islām for Political and Religious Harmony in Pakistan

1. Dr. Muhammad Sohail Ahmad sohailahmad1991@gmail.com	*Assistant Professor (IPFP),* *Department of Islamic Studies,* *Thal University Bhakkar.*
2. Dr. Abdul Ghaffar abdulghaffar@iub.edu.pk	*Lecturer,* *Department of Fiqh and Shariah,* *The Islamia University of Bahawalpur.*

How to Cite:	Dr. Muhammad Sohail Ahmad and Dr. Abdul Ghaffar. 2025: "The Role of Jamiat ʻUlemā-e-Islām for Political and Religious Harmony in Pakistan". *Al-Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (01): 01-09.
Article History:	**Received**: 05-01-2025 — **Accepted**: 05-02-2025 — **Published**: 15-02-2025
Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

پاکستان میں سیاسی و مسلکی ہم آہنگی کے لیے جمعیت علماء اسلام کا کردار

The Role of Jamiat 'Ulemā-e-Islām for Political and Religious Harmony in Pakistan

1. **Dr. Muhammad Sohail Ahmad**
   Assistant Professor (IPFP), Department of Islamic Studies, Thal University Bhakkar.
   sohailahmad1991@gmail.com

2. **Dr. Abdul Ghaffar**
   Lecturer, Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
   abdulghaffar@iub.edu.pk

Abstract

The research evaluates the role and efforts of JUI concerning the political and religious harmony in Pakistan. JUI is a religious political party that has been working for the supremacy of the *Qur'ān* and *Sunnah* in Pakistan and annoying to reduce religious and political extremism in society. According to JUI society should be made aware of Islamic teaching because religious persons can elect those whose play a role for Islamization in Pakistan. Basically, JUI believes that establishment of religious community is essential for development of Islamic State. According to national circumstances factors for achieving goals are social consciousness, individualization and political awareness that should be communicate by intellectuals of these fields. Therefore, JUI has numerous sub- institutions for the formation of public opinion which are playing an important role in the awakening of activism like religious, political consciousness and produce peaceful society. Similarly, JUI provides a platform for religious and political leadership to develop religious and political harmony and invention of nonviolent society. The article reflects the effort of JUI during different regime and different platform also explains the success of religious, political strategy and capacity building needs through its positive attitude.

Keywords: *Islamization, Intellectuals, Political Consciousness, Sub-organizations.*

تمہید

قیام پاکستان کے بعد سے یہ نظریاتی ریاست مختلف قسم کے مسائل و معاملات اور انتشار کا مسکن بنی رہی ہے، جس میں ایک بنیادی عنصر مسلکی وسیاسی فرقہ واریت اور انتہا پسندی ہے، جس نے ریاست کی بنیادوں کو کھوکھلا کرکے ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ معروضی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان میں مسلکی وسیاسی انتہا پسندی کی بنیادی وجہ شعبہ حیات میں عدم توازن ہے۔ اکثر مذہبی وسیاسی جماعتیں اپنے علاوہ دوسری جماعتوں یا گروہوں کو گمراہ تصور کرتی ہیں۔ اسی طرح میدان سیاست میں نفاذِ اسلام کا عَلم بلند کرنے والی دینی سیاسی جماعتوں کے حوالے سے یہ کہا جاتا ہے کہ ان میں مسلک پرستی، موروثی وطبقاتی سیاست کی بنیاد پر فرقہ واریت اور انتہا پسندی اس قدر سرایت کرچکی ہے کہ کسی ایک محاذ پر مشترکہ لائحہ عمل کے لیے اتحاد ممکن نظر نہیں آتا، سوائے چند ایک ملکی ومذہبی معاملات کے جو ماضی بعید میں مذہبی قیادت کے باہمی تعاون کی کامیابی کا ثبوت ہیں۔ ان مسائل کا نہ صرف احساس وادراک دینی، سیاسی جماعتوں کے لیے ضروری ہے بلکہ اس کے تدارک کے لیے ملکی سطح پر مؤثر حکمتِ عملی کی اشد ضرورت ہے۔ جمعیت علماء اسلام پاکستانی سیاست میں ایک قدیم، مشہور اور ایوان میں اپنا ایک پارلیمانی تشخص، وقار اور مقام رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انتخابی سیاست میں ورود سے

عصر حاضر تک جمعیت ایوان کا حصہ رہی ہے۔ جس کی ایک وجہ مفاہمت، سیاسی فہم اور ملکی سلامتی کے مسائل سے واقفیت اور حالات کے معروضی تناظر میں جماعتی فیصلہ سازی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جمعیت علماء اسلام کی قیادت نے ملک میں امن و شانتی کے لیے ملکی و بین الاقوامی سطح کے ساتھ ساتھ مسلکی ہم آہنگی اور سیاست کے میدان میں اتحادی سیاست کو اہمیت دی ہے، تاکہ جہاں مشترکہ طور پر مذہبی انارکی کو کم کرنے میں مدد ملے گی، وہاں سیاسی اتحادوں سے نفاذِ اسلام کی کاوشوں کو تقویت ملے گی۔

میدانِ سیاست میں جمعیت علماء اسلام ایک منجھی ہوئی دینی سیاسی جماعت ہے، جو ملک کے حالات کا معروضی جائزہ لینے کے بعد اپنی سیاسی حکمت عملی واضح کر کے اپنا منشور اور لائحہ عمل پیش کرتی ہے۔ جس کی وجہ سے کئی اہم مقاصد کے حصول میں ممکنہ طور پر کامیاب بھی ہوتی رہی ہے۔ مروجہ طرق کے تناظر میں جمعیۃ علماء اسلام نے سیاسی اتحادی سیاست کے فروغ میں اہم کردار کے ساتھ ساتھ ملک میں فرقہ وارانہ فسادات کو کم کرنے میں ہمیشہ مثبت کردار ادا کیا ہے۔ جمعیت علماء اسلام کا سیاست کے حوالے سے یہ بیانیہ ہے کہ "علم کا نتیجہ رہبانیت نہیں بلکہ علم کو سیاست کے میدان میں رہنما کا کردار ادا کرنا چاہیے، جو اسلام کی بطور مذہب اور مسلمان کی بطور ملت کی حیثیت سے روشناس کراتا ہے" یہ جمعیت علماء اسلام اپنے منشور و دستور اور سیاسی حکمت عملی کا مظہر ہے کہ پاکستان کے ہر ادارے میں اپنا اثر و رسوخ قائم رکھے ہوئے اور پاکستان کی سیاسی صورت حال میں ملک کے وسیع تر مفاد میں مسلکی ہم آہنگی اور اتحادی سیاست کو فروغ دینے میں اپنا کردار بخوبی نبھا رہی ہے۔ مقالہ ہذا میں جمعیت علماء اسلام کی اس حکمتِ عملی کے تناظر میں ملکی سطح پر کی جانے والی کاوشوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

پہلا آئین اور اسلامی دفعات پر علماء وزراء مذاکراتی کمیٹی

قیامِ پاکستان کے بعد پہلا آئین 1956ء مدون ہونا تھا جس میں اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والی ریاست کے اربابِ اختیار اسلامی دفعات کی شمولیت کے حق میں نہیں تھے اور مختلف قسم کے اعتراضات اُٹھائے جا رہے تھے۔ اس پر علماء کرام نے ڈھاکہ میں نفاذِ اسلام کانفرنس کا انعقاد کیا جس سے حکومتی حلقوں میں مذہبی طاقت کی اہمیت واضح ہوئی اور علماء کرام کو مذاکرت کے لیے بلایا گیا۔ اجلاس میں جمعیت علماء اسلام کے مفتی محمد حسن، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا خیر محمد، مولانا محمد ادریس، مولانا عبدالحق اور مولانا دین محمد شامل ہوئے جنہوں نے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کے ساتھ مل کر حکومت کو آئین میں اسلامی دفعات شامل کرنے اور مستقبل میں نفاذِ اسلام کے لیے کوشش کرنے پر مجبور کیا۔ اس بنا پر 1956ء کے آئین میں اسلامی دفعات شامل ہو سکیں۔[1]

جنرل ایوب خان کا آئینی کمیشن اور نظم العلماء

جنرل ایوب خان نے اقتدار سنبھالنے کے بعد ملک میں آئین سازی کے لیے مختلف کمیشن تشکیل دیے جن کا مقصد سفارشات مرتب کرنا تھا۔ ان کمیشنز میں دو ایسے تھے جن کا براہ راست تعلق اسلامی تعلیمات کے ساتھ تھا جیسا کہ آئینی کمیشن اور عائلی کمیشن۔ نظم العلماء نے اس پر حکومت سے مطالبہ کیا کہ ان کمیشنز میں علماء کو نمائندگی دی جائے تاکہ اصطلاحات کو اسلامی طرز حیات کے مطابق مرتب کیا جا سکے اور ایسے افراد کو آئینی کمیشن سے دور رکھا جائے جو تحریف دین کے مرتکب ہوں۔ نظم العلماء کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ عوام میں شعور پیدا کیا، جو حکومت پر عوامی دباؤ کا سبب بنا، حکومت نے کئی اصطلاحات کے لیے سوالنامے تیار کیے اور مختلف دینی جماعتوں کو ارسال کیے، جمعیت علماء اسلام کی سربراہی میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں تمام مکاتب فکر کی قیادت نے متفقہ طور پر جواب تیار کیا لیکن حکومتی حلقوں میں اس کو اہمیت نہ دی گئی۔ علماء نے آمریت کے عائلی قوانین پر احتجاج کیا جس پر حکومت نے کئی علماء کرام کو گرفتار بھی کیا، لیکن جمعیت علماء اسلام کا کردار قابل تحسین ہے جس نے تمام مکاتب فکر کو ایک متفقہ جواب نامہ تیار کرنے کے لیے فکری طور پر متفق کیا تھا۔[2]

اسلامی نظریاتی کونسل

اسلامی نظریاتی کونسل کے قیام کا مقصد علوم اسلامیہ اور عصری علوم کے ماہرین کی سربراہی میں ایک ایسی کونسل تشکیل دینا تھا ،جو حکومت سازی اور عوام کو درپیش مختلف مسائل کا حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مرتب کرسکے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کا قیام 1973ء کے آئین کے تحت عمل میں آیا جس میں جمعیت علماء اسلام کی نمائندگی مولانا ادریس کاندھلوی، مولانا ضیاء الحق قاسمی اور مولانا احتشام الحق تھانوی نے کی۔1977ء کی دوسری نظریاتی کونسل میں مولانا محمد یوسف بنوری اور مفتی تقی عثمانی شامل تھے۔ 1981ء میں مولانا شمس الحق افغانی،1986ء میں مولانا ادریس کاندھلوی،اس طرح مولانا قاضی عبدالطیف ، محمد خان شیرانی اور مفتی رفیع عثمانی نمائندگی کرتے رہے ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل ابتداء ہی سے پاکستان کو اسلامیانے میں اپنا کردار بخوبی ادا کررہی ہے۔ مولانا محمد خان شیرانی اور ڈاکٹر قبلہ ایاز چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل کا تعلق بھی جمعیت کے ساتھ ہے۔1965ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے ڈائریکٹر ڈاکٹر فضل الرحمن کے اسلامی تعلیمات سے متصادم تصورات کو روکنے کے لیے جمعیت علماء اسلام کے اراکین نے کلمہ حق بلند کیا۔[3] 1967ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی نے مشینی ذبیحہ کا فتویٰ دیا لیکن مفتی صاحب نے مخالفت کی۔ جمعیت علماء اسلام کے مولانا محمد خان شیرانی 2010ء اور 2013ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین رہے۔ مولانا شیرانی کا دور نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ مولانا کے دور میں اسلامی نظریاتی کونسل کی تمام رپورٹس اور کارکردگی کو شائع کیا گیا تاکہ معاشرے کے سامنے اسلامی نظریاتی کونسل کا کردار واضح ہو۔[4]

متحدہ دینی محاذ

ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی، بلوچستان میں فوج کشی اور جمعیت کی حکومتوں کے خاتمہ کی کوششوں نے حالات خراب کیے۔ ملک میں اسلامی قوانین کا نفاذ اور مسائل کو افہام و تفہیم سے حل کرنے کی بجائے گولی سے حل کرنے کا طریقہ اختیار کیا گیا، اپوزیشن کی قیادت کو پابند سلاسل کیا گیا جس پر حزب اختلاف کی جماعتوں نے متحدہ جمہوری محاذ تشکیل دیا تاکہ مشترکہ پلیٹ فارم سے حکومت کے مظالم پر آواز بلند کی جاسکے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے مفتی محمود اس اتحاد کے صدر منتخب ہوئے۔[5]

پاکستان قومی اتحاد اور تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ

ذوالفقار علی بھٹو نے 1977ء میں عام انتخابات کے انعقاد کا عندیہ دیا تو اپوزیشن کی جماعتوں نے پاکستان قومی اتحاد کے نام سے اتحاد تشکیل دیا، جس میں نو جماعتیں شامل تھیں جو نوستاروں کے نام سے مشہور ہیں۔1977ء کے عام انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی جیت گئی جس پر اپوزیشن نے احتجاج کیا اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات کا بائیکاٹ کردیا۔ ملکی حالات دن بدن خراب ہوتے جارہے تھے، ادھر اتحاد کی قیادت نے اس کو تحریک نفاذِ نظام مصطفیٰ ﷺ میں بدل دیا جس کے آگے حکومت گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگئی۔[6] اس تحریک کے حوالے سے جمعیت علماء اسلام کے رہنما فرماتے ہیں کہ:

> تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے موقع پر ایک عظیم الشان اتحاد سامنے آیا کہ لوگ دو قدم پر اسلامی انقلاب کی منزل دیکھنے لگے۔ لیکن اسلامی نظام کا راستہ روکنے کے لیے مختلف حیلوں بہانوں سے ضیاء الحق آدھمکے، جنھوں نے نظام مصطفیٰ ﷺ کی جدوجہد کو سبوتاژ کیا۔ سب سے پہلے جماعتِ اسلامی ضیاء الحق سے تعاون پر آمادہ ہوئی اور وزارتوں میں شمولیت کے لیے اتحاد کو خیرباد کہنے کے لیے تیار تھی، لیکن مفتی محمود کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ اتحاد قائم رکھنے کا تھا، وہ اتحاد کو کسی صورت میں توڑنا نہ چاہتے تھے۔[7]

مذکورہ اقتباس میں حقیقتِ حال کو بیان کیا گیا ہے کیونکہ تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ منزل کے قریب پہنچ چکی تھی اور حکومت سے اپنے مطالبات تسلیم کرانے میں کامیاب ہو چکی تھی، لیکن اقتدار کی ہوس یا نفاذ شریعت کے نعرہ سے متاثر ہو کر بغیر سوچے سمجھے جو فیصلہ کیا گیا اس کا خمیازہ دینی سیاسی جماعتیں آج تک بھگت رہی ہیں۔

ایم۔آر۔ڈی اور جمعیت علماء اسلام

جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء کے خلاف سیاسی جماعتوں میں جوڑ توڑ کا سلسلہ اور جمہوریت کی بحالی کا مطالبہ کیا جا رہا تھا۔ جس کے نتیجہ میں 6 فروری 1981ء کو سیاسی اتحاد ایم۔آر۔ڈی (موومنٹ آف ری سٹوریشن آف ڈیموکریسی) وجود میں آیا یعنی تحریک بحالی جمہوریت۔ جمعیت علماء اسلام اس اتحاد کا اہم حصہ تھی کیونکہ جمعیت کے سیاسی زعماء کا دعویٰ ہے کہ ایم۔آر۔ڈی کی بنیاد مفتی محمود نے رکھی تھی۔ اس تحریک میں کئی لوگ مارے گئے، کئی گرفتار ہوئے اور کئی رہنما نظر بند کئے گئے۔[8] اس تحریک میں مولانا فضل الرحمن کا کردار مثالی رہا ہے اور انہوں نے جمہوری اقدار کے فروغ کے لیے جدوجہد کی ہے۔

امیر جمعیت علماء اسلام کا اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی

امیر جمعیت علماء اسلام مولانا فضل الرحمن 1994ء میں اتفاق رائے سے قائمہ کمیٹی برائے خارجہ امور کے چیئرمین منتخب ہوئے۔ اس عہدے کو سنبھالتے ہی مولانا فضل الرحمن نے کئی غیر ملکی دورے کیے اور بین الاقوامی سطح پر دنیا کو درپیش مسائل کے تناظر میں پاکستان کے بیانیے کو واضح کیا۔ مولانا فضل الرحمن نے 29 اور 30 نومبر کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں فلسطین کے مسئلہ پر اور انسانی حقوق پر مفصل خطاب کیا۔ یہ خطاب پاکستان مشن نے تحریر کیا، مولانا فضل الرحمن نے اس میں کئی ترامیم کروائی اور انگریزی کی بجائے عربی میں تقریر کی جس کو بین الاقوامی میڈیا میں بہت پذیرائی ملی۔ مولانا فضل الرحمن نے قومی اسمبلی میں خطاب کا خلاصہ ان الفاظ میں پیش کیا کہ:

> کرہ ارض کے وسیع فریم ورک میں انسانی حقوق سے متعلق سیاسی متحرکات اس سوال کو جنم دیتے ہیں کہ بین الاقوامی برداری کہاں تک انسانی حقوق کے ارتقاء وتحفظ کی ذمہ داری نبھا رہی ہے۔ ایسی سوچ حقوق انسانی کی نازک صورت حال کے خاتمہ کے لیے اکسائے گی جو اس عشرہ میں پیدا ہوئی ہے۔ انسانی حقوق کی آڑ میں کمزور ریاستوں پر دباؤ ناقابل قبول ہے اور اس کی سخت مزاحمت کی جانی چاہیے، انسانی حقوق کی پامالی ثابت ہو جانے کے بعد اس کی مزاحمت نہ کرنا اس سے بھی مکروہ فعل ہے۔[9]

عالمی پلیٹ فارم پر امتِ مسلمہ کے مسائل اور کمزور مسلم ممالک پر ہونے والے مظالم کے خلاف اقوام میں پاکستان کے مؤقف کو واضح الفاظ میں بیان کرنے کے ساتھ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے حوالے سے کردار پر سوالات اٹھائے، تاکہ ان کو احساس دلایا جا سکے کہ عالمی سطح پر امتِ مسلمہ کی حمایت کے بجائے ظالم کا ساتھ دیا جا رہا ہے۔ پاکستان کی دینی سیاسی جماعتوں میں بین الاقوامی سطح پر ملکی و سیاسی مسائل کے لیے آواز بلند کرنے والوں میں جمعیت شاید واحد جماعت ہے جو جماعت کی زیرک قیادت کی مؤثر حکمتِ عملی کا ثبوت ہے۔

مسئلہ کشمیر اور کشمیر کمیٹی کے چیئرمین

جمعیۃ علماء اسلام کے امیر مولانا فضل الرحمن 2008ء کے انتخابات میں کامیاب ہوئے، اتحادی سیاست کو فروغ دیتے ہوئے حکومت کا حصہ بنے اور ایوان میں ان کو کشمیر کمیٹی کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔ اسی طرح 2013ء میں بھی اتحاد کر کے مولانا حکومتی بنچوں پر بیٹھے اور کشمیر کمیٹی کے چیئرمین نامزد ہوئے۔ اس دوران مولانا فضل الرحمن نے بساط بھر کوشش کی کہ کشمیر کا مسئلہ قومی اور بین الاقوامی

سطح پر اٹھایا جائے اور کشمیری عوام پر ہونے والے مظالم کے خلاف آواز اٹھائی جائے۔ [10]

امور خارجہ کمیٹی کی چیئرمین شپ

1993ء کی قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے امور خارجہ کا اجلاس ہوا جس میں مولانا فضل الرحمن کو کمیٹی کا متفقہ چیئرمین منتخب کر لیا گیا جس کے تحت مختلف ممالک کے دورے کیے گئے اور قومی مسائل، کشمیر کا مسئلہ اور عالمی سطح پر پاکستان کے لیے رائے عامہ کی ہمواری کے لیے کردار ادا کیا گیا۔ اسی طرح قائد جمعیت نے اقوام متحدہ میں بڑی مدلل انداز میں گفتگو کی۔ [11]

اسلامی جمہوری محاذ

جمعیت علماء اسلام نے 1993ء کے انتخابات میں دینی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر یکجا کر کے الیکشن میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ جماعتِ اسلامی اور جمعیت علماء اسلام سمیع الحق نے مل کر اسلامک فرنٹ کے نام سے اتحاد قائم کر لیا، جبکہ جمعیۃ علماء اسلام اور جمعیت علماء پاکستان نے مل کر اسلامی جمہوری اتحاد کے فورم سے انتخابات میں حصہ لیا اور قومی اسمبلی میں چار نشستوں کی صورت نمائندگی ملی۔ جمعیۃ علماء اسلام نے ایوان میں بھی جماعتِ اسلامی کے ساتھ مل کر اسلامی گروپ تشکیل کرنے کی کوشش کی لیکن جماعتِ اسلامی کی طرف سے انکار پر یہ اتحاد بھی قائم نہ ہو سکا، جو کہ ایوان میں دینی سیاسی جماعتوں کی ناکامی کا بہت بڑا سبب ہے کہ ایک مقصد کے لئے ایوان میں جانے والی جماعتیں اس کاز کے حصول کے لیے اتحادی نہیں بن سکتیں۔ [12]

جمعیت علماء اسلام اور پاکستان پیپلز پارٹی میں معاہدہ

فاروق احمد لغاری پیپلز پارٹی کے صدارتی امیدوار تھے، صدر کے ووٹ کے لیے جمعیت علماء اسلام اور پاکستان پیپلز پارٹی کے درمیان معاہدہ طے پایا جس میں دس نکات پر اتفاق ہوا، جن میں وفاقی شرعی عدالت اور اسلامی نظریاتی کونسل کی فعالیت، آٹھویں ترمیم کی اسلامی دفعات کی برقراری، سودی نظام کا متبادل اسلامی نظام، سینٹ میں نشست اور وزارتوں میں حصہ داری شامل تھی۔ الیکشن کے بعد پیپلز پارٹی اپنے معاہدے سے پھر گئی۔ [13]

متحدہ مجلس عمل

2001ء میں امریکہ میں ہونے والے حملے کے نتیجے میں اسلام فوبیا نے سر اٹھانا شروع کیا، تو پاکستان میں بھی حالات نے نئی کروٹ لی۔ جس نے مذہبی سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کو سر جوڑ کر سوچ وبچار پر مجبور کیا۔ جس پر چھ مذہبی سیاسی جماعتوں نے مل کر متحدہ مجلس عمل کی بنیاد رکھی جس کی صدارت مولانا شاہ احمد نورانی کے حصہ میں آئی، جبکہ جنرل سیکرٹری مولانا فضل الرحمن منتخب ہوئے۔ دیگر جماعتوں میں جماعت اسلامی، جمعیت اہل حدیث پاکستان، جمعیت علماء اسلام اور تحریک اسلامی شامل تھیں۔ جنرل پرویز مشرف کے مارشل لاء میں اعلان ہوا کہ 2002ء کے آخر میں عام انتخابات کروائے جائیں گے۔ ایم ایم اے نے انتخابات میں حصہ لیا اور کامیابی حاصل کی جس کے نتیجہ میں قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف اور صوبہ خیبر پختونخواہ میں وزارتِ اعلیٰ اکرم خان درانی کے حصہ میں آئی، جبکہ بلوچستان میں بھی شراکت داری قائم ہوئی۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے انتقال اور اندرونی انتشار نے اس اتحاد کا شیرازہ بکھیر دیا اور 2008ء میں یہ اتحاد قائم نہ رہ سکا۔ 2018ء کے الیکشن میں یہ اتحاد پھر قائم ہوا۔ [14]

ملی یکجہتی کونسل

90 کی دہائی میں مملکت خداداد پاکستان میں فرقہ واریت نے زور پکڑا اور شیعہ سنی آویزش کے نام پر فسادات کا سلسلہ شروع

ہوا، جس سے ملک میں مسجد و منبر اور امام بارگاہ تک کچھ بھی محفوظ نہیں تھا۔ ان حالات میں دینی سیاسی جماعتوں نے اپنا کردار دکھایا اور 1995ء میں ملی یکجہتی کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس نے فرقہ واریت پر سترہ نکاتی ضابطہ اخلاق جاری کیا۔ یہ ضابطہ اخلاق ملک میں نفاذِ اسلام کے لیے علماء کے بائیس نکات کی اہمیت، مذہب کے نام پر قتل وغارت کی مذمت، رسول ﷺ، صحابہ کرام و خلفاء راشدین اور اہلبیت رضی اللہ عنہ اجمعین کی تکفیر کرنے والے کو خارج اسلام قرار دیا گیا، تکفیر کتب، پمفلٹ پر پابندی کا مطالبہ، اشتعال انگیز تقاریر و تحریر پر پابندی اور تمام مسالک کے اکابرین کا احترام کرنے پر اتفاق کیا گیا۔ یہ کونسل ملک میں فرقہ واریت اور قتل وغارت میں کمی میں ایک اہم کردار ادا کرتی رہی ہے۔[15] جمعیت علماء اسلام پاکستان مملکت خداداد پاکستان میں فرقہ واریت کے اسباب پر اپنا مؤقف بیان کرتی ہے کہ:

> پاکستان میں فرقہ ورانہ انتہاء پسندی اور مذہبی منافرت کا چرچا دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ فرقہ واریت نہ پاکستان کی عوام کا مسئلہ ہے نہ مذہبی قیادت کا، نہ یہ اہل مدرسہ کا مسئلہ ہے اور نہ ارباب اختیار مدارس کا، بلکہ یہ حکمرانوں کا مسئلہ ہے، جسے کبھی اسلامی تحریک کا راستہ روکنے، کبھی اقتدار کو مستحکم کرنے، کبھی اقتدار کو طول دینے اور کبھی اقتدار تک پہنچنے کے لئے استعمال کیا گیا۔ حکمرانوں نے اسے پھیلایا اسے تحفظ دیا۔[16]

مذکورہ پیرا کی مثال جمعیت کے لٹریچر میں موجود ہے جس کے مطابق مولانا امیر حسین گیلانی جمعیت علماء اسلام پنجاب کے امیر تھے اور ایم۔ آر۔ ڈی کے پنجاب کے روح رواں بھی تھے، سیاسی میدان کے شہسوار ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی سمجھ بوجھ، معاملہ فہمی، سیاسی کام کے پیچ وخم سے خوب واقف تھے ایک دن انہیں اوکاڑہ کی انتظامیہ کے اعلیٰ عہدیداران نے مدعو کیا اور دوران گفتگو بات اس جدوجہد کی جانب آنکلی تو اس افسر نے کہا کہ "مولانا میں سنی العقیدہ مسلمان ہوں لیکن اہل تشیع کے عقائد اور ان کے پروگرام جان کر میرا خون کھولتا ہے، آپ علماء خواہ مخواہ ایم۔ آر۔ ڈی میں اپنی توانائیاں صرف کر رہے ہیں یہ توانائیاں اس عظیم فتنے کی سرکوبی کے لیے لگائیے، دور حاضر میں یہی دین کی سب سے بڑی خدمت ہے" مولانا امیر گیلانی ایک لمحہ گزرنے سے پہلے یہ راز پا گئے کہ تاریں کہاں سے ہل رہی ہیں اور یہ کس مربوط پالیسی کے نتیجے میں کیا جارہا ہے۔[17]

اسی طرح جمعیت علماء اسلام مسلکی بنیادوں پر فرقہ واریت اور کاروائیوں پر واضح مؤقف رکھتی ہے کہ یہ مکتب فکر ہم آہنگ ہیں، یہ کام ادارے اور غیر ملکی ایجنسیاں کرواتی ہیں، جمعیت کی قیادت کا بیانیہ ہے کہ:

> پاکستان بنتے وقت مسلمانوں میں کامل اتحاد تھا، تحریک پاکستان میں بریلوی، دیوبندی، شیعہ ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع نظر آتے تھے، اس دوران روایتی فرقہ بندی نظر نہیں آتی، اجتماعی فکر کے سامنے ساری فرقہ بندیاں ماند پڑ جاتی ہیں۔ اسی طرح قرارداد مقاصد پیش ہوتی ہے تو علماء سب متفق ہیں، اسلامی نظام کے قیام کے لیے متفقہ دستوری نکات کی تیاری کے مرحلے میں بائیس نکات پیش کئے جاتے ہیں۔ کہیں فرقہ واریت کا دیو سامنے نہیں آتا، بلکہ اتحاد کا عملی مظاہرہ اس طرح کیا جاتا ہے کہ دنیا ششدر رہ گئی کہ مختلف مسالک کے علماء شدید اختلافات کے باوجود جمع ہوئے اور کسی اختلافی نوٹ کی گنجائش بھی باقی نہ چھوڑی۔[18]

اپنے ہی مکتبہ فکر کی جانب سے جمعیت علماء اسلام پر الزام بھی لگایا جاتا رہا ہے کہ اتحادوں میں ان فرقوں کو شامل کیا جاتا ہے جو شدید مخالف ہیں، جمعیت کا مؤقف ہے کہ یہ طبقہ بنیادی طور پر جمعیت سے دشمنی رکھتا ہے حالانکہ وفاق المدارس پر کوئی اعتراض نہیں لگایا جاتا کہ اس نے اتحاد تنظیمات مدارس میں سب فرقوں کو ساتھ ملا رکھا ہے، جبکہ وفاق المدارس کے ساتھ ان فرقہ پرستوں کے مدارس بھی ملحق ہیں۔[19]

دفاع افغانستان کونسل

اسامہ بن لادن کا بہانہ بنا کر امریکہ افغانستان پر حملہ کرنا چاہتا تھا تو جمعیت علماء اسلام نے بھرپور انداز میں مزاحمت کی اور ملک بھر میں احتجاجی تحریکیں چلائیں، امریکن حملے کے بعد دینی و سیاسی جماعتوں نے مل کر متفقہ تحریک چلانے کا اعلان کیا اور اس کا نام دفاع افغانستان کونسل رکھا گیا۔ اس پلیٹ فارم سے امریکہ کے خلاف تحریک چلائی گئی اور افغانستان میں امن کے لئے مشترکہ کوششوں کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ حکومتِ پاکستان کے امریکہ کی حمایت اور سہولتیں دینے پر شدید احتجاج کیا گیا۔ [20]

دیوبندی جماعتوں میں اتحاد

پاکستان میں بگڑتے حالات اور فرقہ واریت اور انتشار نے دینی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے پر مجبور کیا تو مسلک دیوبند کی ذیلی جماعتوں نے بھی معاشرے میں وحدت، اتفاق واتحاد اور باہمی یکجہتی کے لیے اتحاد قائم کیا، جس کی میزبانی جمعیت اہل سنت راولپنڈی نے کی۔ دیوبندی مکتبہ فکر کی تمام بڑی جماعتوں کے سربراہ اس اتحاد کا حصہ بنے اور باہمی اختلافات، عداوتوں اور جماعتی خانہ جنگی کے تدارک کے لیے غور کیا گیا۔ اس سلسلہ میں کراچی، فیصل آباد اور دیگر شہروں میں میٹنگز ہوئیں اور اتحاد کو قائم رکھنے کی پوری کوشش کی گئی جس میں جمعیت علماء اسلام کا کردار سب سے نمایاں تھا۔ [21]

دعویٰ "جمعیت علماء اسلام امت مسلمہ کی ترجمان"

جمعیت علماء اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ وہ تمام مسالک اور طبقات کی ترجمان جماعت ہے، وہ کسی مخصوص گروہ کی تائید نہیں کرتی۔ اس کا اظہار امیر جماعت نے ایوان میں بھی کیا کہ ہم صرف ایک مکتبہ فکر کی ترجمانی نہیں کرتے بلکہ تمام دیندار اور مذہبی طبقات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ مشہور کالم نگار نوید مسعود ہاشمی بھی کہتے ہیں کہ نہ صرف مذہبی جماعتوں بلکہ سیاسی جماعتوں حتیٰ کہ تمام مسالک میں مولانا فضل الرحمن قابل قبول اور سانجھے سمجھے جاتے ہیں اور عصر حاضر میں زمینی حقائق بھی اس کے شاہد ہیں۔

حاصل بحث

پاکستان کے معروضی حالات اور سیاسی ومذہبی انتشار کے تناظر میں دیکھا جائے تو قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی سیاسی ومذہبی حلقوں میں باہمی انتشار اور فرقہ واریت کو ہوا دی جانے لگی، تاکہ ملک میں استحکام پیدا نہ ہو اور ملک ترقی کی منازل طے نہ کر سکے۔ لیکن پاکستان کے مذہبی وسیاسی حلقوں نے حالات کی نزاکت کو بھانپ کر صبر وتحمل اور باہمی اتحاد وہم آہنگی سے ایسی طاقتوں کا ہر دور میں ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے۔ اس لیے مذہبی وسیاسی جماعتوں کی تاریخ شاہد ہے کہ ان کا قیام اور ان کے منشور دوستور کا مدون ہونا اور عملی سیاست میں شامل ہونے کا فیصلہ ابتدائی عشرہ میں ہو گیا تھا کیونکہ اس کے بغیر نفاذِ اسلام کے کاز کو پایہ تکمیل تک پہنچانا اور فتنہ وفساد کا خاتمہ کرنا ممکن نہ تھا۔ سیاسی ومذہبی حلقوں میں جمعیۃ علماء اسلام بھی ایسی دینی سیاسی جماعت ہے جو جمہوری اقدار کے فروغ کے لیے قائم ہر اتحاد کا حصہ رہی ہے، چاہے وہ اتحاد سیکولر جماعتوں کے ساتھ ہو یا دینی جماعتوں کے ساتھ۔ جمعیت کی دوراندیش اور صاحب دانش قیادت کا نقطہ نظر یہی ہے کہ نفاذِ اسلام کے لیے اجتماعی طور پر مشترکہ پلیٹ فارم سے جدوجہد کرنے میں ہی کامیابی ہے۔ جمعیۃ علماء اسلام ایم۔ آر۔ ڈی، اسلامی جمہوری اتحاد، پاکستان قومی اتحاد اور متحدہ مجلس عمل کے پلیٹ فارم سے نفاذِ اسلام کے لیے کوشش کرتی رہی ہے، دیوبند مکتبہ فکر کی جماعتوں کے مابین اندرونی انتشار اور فروعی اختلافات پر جمعیت علماء اسلام ان کو متفقہ پلیٹ فارم پر لانے میں کامیاب ہوئی۔ اس کے علاوہ مسلکی ہم آہنگی کے لیے ملی یکجہتی کونسل اور دیگر پلیٹ فارمز سے ملک میں امن وامان اور مذہبی فرقہ واریت کے خاتمہ کے لیے کردار ادا کرتی رہی ہے۔ جمعیت علماء

اسلام کی قیادت کی دور اندیشی اور شدت پسندی کے خلاف مؤقف ہی ہے جس نے 1949ء میں قراردادِ مقاصد کو منظور کروایا، 1956ء کے آئین میں اسلامی دفعات کا شامل ہونا جبکہ 1973ء کی آئین سازی میں بھی مذہبی جماعتوں کے نمائندہ ارکان کی شمولیت، فتنہ قادیانیت کا قلع قمع کرنا یا اسلامی نظریاتی کونسل کی سربراہی۔ گویا کہا جاسکتا ہے کہ سیاسی و مذہبی پلیٹ فارم پر فعالیت کی وجہ سے جمعیت علماء اسلام نے ہر دور میں پاکستان کی نظریاتی حدود کی حفاظت کے لیے ہر میدان میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جہاں جمعیت علماء اسلام نے مذہبی و سیاسی شدت پسندی کو ختم کرنے میں کردار ادا کیا ہے، وہاں قانون سازی میں لادین، الحادی، سیکولر نظریات اور فکر کے سامنے ڈھال بننا اور ان کے مذموم ارادوں سے عوام الناس کو آگاہ کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی، جس کی مثال ماضی قریب میں ختم نبوت کی شق میں تبدیلی پر اراکین جمعیت کا احتجاج اور عوامی مہم ہے جس نے قانون سازی کے عمل کو روک کر بنیادی اسلامی عقیدہ کا تحفظ کیا۔

حوالہ جات وحواشی

1 حافظ اکرام الحق یاسین، ڈاکٹر، **اسلامی نظریاتی کونسل ادارہ جاتی پس منظر اور کارگردگی**، (اسلام آباد: اسلامی نظریاتی کونسل، 2016ء)، ص 111۔

2 احمد حسین کمال، ڈاکٹر، **عہد ساز قیادت تاریخ جمعیۃ علماء اسلام 197ء سے 1973ء**، (لاہور: جمعیۃ پبلیکیشنز، 2001ء)، ص 71۔

3 عبد الحکیم اکبری، ڈاکٹر، **اساطین ملت مؤسسین و قائدین جمعیۃ وعلماء 1919ء تا 2017ء**، (کراچی: مفتی محمود اکیڈمی، سن ندارد)، ص 367۔

4 حافظ اکرام الحق یاسین، **اسلامی نظریاتی کونسل ادارہ جاتی پس منظر اور کارگردگی**، ص 112۔

5 مومن خان عثمانی، حافظ، **قائدین جمعیۃ کا تاریخی کردار**، (لاہور: مکتبہ الحسن، 2016ء)، ص 413۔

6 ایضاً، ص 444۔

7 لطف اللہ حنفی، مولانا، **مولانا فضل الرحمن کی زندگی حالات وواقعات**، (پشاور: مکتبہ عمر فاروق، 2018ء)، ص 21۔

8 مؤمن خان عثمانی، حافظ، **مولانا فضل الرحمن: شخصیت وکردار**، (لاہور: مکتبہ الحسن، 2017ء)، ص 216۔

9 عبد القیوم، شیخ، **مولانا فضل الرحمن کا سیاسی سفر**، (تلہ گنگ: مکتبہ فاروقیہ، 1999ء)، ص 171۔

10 ایضاً۔

11 ایضاً، ص 141۔

12 مظہر حسین، **پاکستان کے سیاسی اتحادوں میں مولانا شاہ احمد نورانی کا کردار**، (لاہور: علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر، 2009ء)، ص 96۔

13 عبد القیوم، شیخ، **مولانا فضل الرحمن کا سیاسی سفر**، (تلہ گنگ: مکتبہ فاروقیہ، 1999ء)، ص 113۔

14 بلگن، ذبیح اللہ صدیق، **پاکستانی سیاست میں مذہبی جماعتوں کا کردار**، (لاہور: نگارشات، 2019ء)، ص 132۔

15 قاضی حسین احمد، **اسلام مسلمان اور پاکستان**، (لاہور: اسلامک پبلیکشنز، 2009ء)، ص 22۔

16 لطف اللہ حنفی، **مولانا فضل الرحمن کی زندگی حالات وواقعات**، ص 18۔

17 ایضاً، ص 21۔

18 ایضاً، ص 19۔

19 ایضاً، ص 16۔

20 قاضی حسین احمد، **اسلام مسلمان اور پاکستان**، (لاہور: اسلامک پبلیکشنز، 2009ء)، ص 24۔

21 مؤمن خان عثمانی، **قائد جمعیت مولانا فضل الرحمن شخصیت وکردار**، ص 276۔